عطار ہو، رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی!!

ادارہ اشرفیہ عزیزیہ کا ترجمان

ماہنامہ غزالی

ربیع الاوّل ۱۴۲۴ھ / مئی ۲۰۰۳ء

جلد: اوّل

شمارہ: ۹

فہرست

عنوان	صاحب مضمون	صفحہ نمبر
ابتدائیہ	حضرت ڈاکٹر فدا محمد مدظلہ	۳
کوہاٹ میں بیان	حضرت مولانا اشرف سلیمانیؒ	۴
خلاصہ کتاب اصلاح نفس	محمد تیمور طالبعلم	۱۵
اصلاحی مجلس	حضرت ڈاکٹر فدا محمد مدظلہ	۱۸
حضرت مولانا اشرف سلیمانیؒ کی حیات، خدمات وافکار	پروفیسر ڈاکٹر نعمان (خلیفہ مولانا اشرفؒ)	۲۷

فی شمارہ: ۱۵ روپے۔

سالانہ بدل اشتراک: ۱۴۰ روپے + ڈاک خرچ

خط و کتابت کا پتہ: مکان p-12 یونیورسٹی کیمپس پشاور۔

حضرت ڈاکٹر فدا محمد مدظلہ

ابتدائیہ

صفر ۱۴۲۳ھ کا مہینہ بندہ کا بیماری میں گزرا، کمر کے درد کی تکلیف رہی، یہ تکلیف پہلے عرصہ ڈیڑھ سال تک رہی تھی۔ افاقہ ہونے کے بعد دوبارہ عود کر آئی۔ چھ مہینے درد کی تکلیف رہ کر درد بائیں ٹانگ میں اتر گیا اور چلنا پھرنا مشکل ہو گیا۔ خیر خواہ حضرات دعا، صدقات، دم، جھاڑ پھونک، حکیمی، ہومیو پیتھک اور ڈاکٹری علاج کرتے رہے۔ آخر کسی درویش کا مشورہ ہوا کہ آپریشن کا سبب اختیار کرنا پڑے گا۔ ماہرین ڈاکٹر صاحبان کے مشورہ اور استخارہ کے بعد آپریشن کا عزم کیا۔ بندہ کے دیرینہ شاگرد اور خیبر میڈیکل کالج کے best graduate ڈاکٹر خلیق الزمان شاہد جو کہ pims اسلام آباد کے شعبہ نیورو سرجری کے سربراہ ہیں نے خاص محنت اور شفقت سے آپریشن کیا۔ اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان کہ شفا ہوئی۔ اس سلسلہ میں بندہ سارے خیر خواہوں کا ازحد شکر گزار ہے جنہوں نے علاج معالجہ، خدمت، عیادت کی تکالیف اٹھائیں۔ ڈاکٹر امداد اللہ اور ڈاکٹر شاکر خاص طور سے شکریے کے مستحق ہیں کہ دوران آپریشن ساتھ رہے۔

حضرت مولانا اشرف خان سلیمانیؒ
ضبط کردہ: حضرت شیر حسن مدظلہ

کوہاٹ میں بیان (قسط۔۲)

نبی سراپا شفقت ہوتا ہے۔تبلیغ لٹھ ماری کا نام نہیں بلکہ تبلیغ دلبری کا نام ہے۔اپنے اعمال واخلاق سے ایسے ہو جاؤ کہ لوگ تم پر فدا ہوں لیکن یہ اپنے لیے نہ ہو بلکہ اللہ تعالیٰ کیلئے ہو۔اللہ تعالیٰ کو وہ بندے بہت پیارے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی محبت کو لوگوں کے دلوں میں اور لوگوں کی محبت اللہ تعالیٰ کے دل میں پیدا کرنے کی محنت اور کوشش کرتے ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جو نیکیاں پھیلاتے ہیں اور برائی کو ختم کرتے ہیں۔ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَھُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا٥

ترجمہ: البتہ جو یقین لائے ہیں اور کی ہیں انھوں نے نیکیاں ان کو دے گا رحمٰن محبت

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَ یَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ ط (سورہ مریم۔۳۱)

ترجمہ: تو کہہ اگر تم محبت رکھتے ہو اللہ کی تو میری راہ چلو تا کہ محبت کرے تم سے اللہ اور بخشے گناہ تمہارے

محبوبیت عمومی کا یہ نسخہ حضور اکرم ﷺ نے انسانیت کو دیا۔حضور ﷺ کو جو ملا وہ صحابہ کو دیا اور صحابہ کو جو ملا وہ دوسروں کو دیا۔ابو بکرؓ جب ایمان لائے اسی رات میں چھ آدمیوں پر کلمہ پیش کیا دوسرے دن پھر سات آدمی ایمان لے آئے۔اسی طرح حضرت ابو بکرؓ کی چوبیس گھنٹوں کی کمائی تیرہ آدمی ہیں یعنی جو ملا وہ دوسروں کو دیا۔حضور ﷺ نے ام سلمہ رضی اللہ عنھا کو فرمایا کہ اے ام سلمہ اپنی تھیلی کا منہ (صدقہ وخیرات کے لیے) بند نہ کر کہ آسمان والا اپنی تھیلی کا منہ تم پر بند کر لے۔

ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء

تم زمین والوں پر رحم کرو تا کہ آسمان والا تم پر رحم کرے۔

کسی کی روٹی کپڑے کی ضرورتوں کو پورا کرنا بہت اچھا عمل ہے، کسی کو ایک لقمہ کھلانا بھی صدقہ ہے کسی سے ہنس کر بولنا بھی صدقہ ہے، کسی کو کپڑا پہنانا بھی صدقہ ہے کہ جب تک کپڑا بدن پر رہے گا اس کا ثواب ملتا رہے گا۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ جو کھایا وہ فنا ہو گیا جو پہنا وہ ایک دن پھٹ جائے گا۔ دنیا کی ضروریات جس پر دنیا لگی ہوئی ہے ہم اس کو برا نہیں کہتے۔ اگر اسلام کا نظام چل پڑے کوئی محتاج وفقیر نہ رہے گا۔ یہ تقاضے پورے ہوتے رہیں گے۔ نبی کا اصل کام کیا ہوتا ہے! اس کا دل جلتا ہے کہ کوئی شخص ایسا نہ رہے کہ جس کے اندر نیکی، اعمال کی درستگی، عقیدہ اور اخلاق صحیح نہ پیدا ہو جائیں۔ کیونکہ جب ایمان نہ ہوگا تو جنت کا داخلہ ممکن نہیں، اور اگر اعمال نہیں تو نعمائے جنت نہیں ملیں گی۔ اگر کسی کا بچہ بیمار ہو جاتا ہے تو ماں باپ کو کتنی تکلیف ہوتی ہے، تو نبی پر جنت اور دوزخ کھلے ہوئے ہوتے ہیں وہ بیقرار ہوتا ہے کہ کوئی شخص دوزخ میں نہ چلا جائے۔ حضور ﷺ کے ختم النبوت کے تقاضے کے طور پر پوری امت کو اپنے کام دعوت میں لگنا چاہئے کہ دعوت کی نیابت قیامت تک کیلئے امت کو دی گئی ہے۔ اُس وقت تو صرف عرب کے اندر ہی لوگ ماننے والے تھے اور ذمہ میں پوری دنیا تھی۔ یہ بات حضور ﷺ کے ذہن میں پہلے دن سے تھی۔ جیسے دستار بندی آخر میں ہوتی ہے لیکن اس کے لئے پہلے آٹھ سال دماغ کھپاتے ہیں۔ اسی طرح حضور ﷺ نے امت کو اس رخ سے تیار کیا کہ آپؐ کے

پردہ فرمانے کے بعد آپ کی ختم النبوت کی ذمہ داری کو بحیثیت امتی کے سنبھالے۔ امت نائب بنے حضور ﷺ کے ایمان میں بھی اور اعمال میں بھی اور حضور ﷺ کے طریقوں کو پھیلانے میں بھی۔ اسلئے فرمایا:۔ **انا خاتم النبیین و لا نبی بعدی ولا رسولا . وانتم آخر الامم و خیرھا واکرمھا فلیبلغ الشاھد للغائب** (میں خاتم النبین ہوں میرے بعد نہ کوئی نبی آنے والا ہے اور نہ کوئی رسول (نبوت ورسالت مجھ پر ختم ہے) تم آخری امت ہو اور اچھی اور عزت والی ہو پس جو حاضر ہے وہ غائب تک پہنچائے۔) صحابہ نے حضور ﷺ کے اس فرمان کو لیا۔ صحابہ جو حضور ﷺ سے سنتے تھے اس پر جان دیتے تھے اور اس پر سب کچھ قربان کر دیتے تھے۔ پہلے صحابہ نے پورے جزیرۃ العرب میں کام کیا اور حضور ﷺ کی رحلت کے ۳۰ سال بعد نصف آباد دنیا اسلام میں داخل ہو چکی تھی ۔ صحابہ نے اسلام کو پھیلایا، لوگوں کے اخلاق بدل دئے لوگوں کی معاشرت بدل دی اور یہاں تک کہ لوگوں کی زبانیں بھی بدل دیں۔ صحابہؓ جہاں گئے بعض تو واپس ہی نہیں آئے مدینہ منورہ کے پاکیزہ ماحول اور پاک زمین اور حضور اقدس ﷺ کی نزدیکی کو چھوڑا۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ مجھ سے زیادہ قریب وہ لوگ ہیں جو متقی ہیں جو بھی ہوں اور جہاں بھی ہوں ۔ جس نے کمال اخلاص کے ساتھ نبی پاک ﷺ کے ظاہر و باطن کو اختیار کیا، وہ متقی ہے۔

؎　وہی کہلایا جائے گا شیدا جمالِ مصطفیٰ
قال قالِ مصطفیٰ ہو، حال حالِ مصطفیٰ

سمندر کے اس پار بھی اگر کوئی متقی ہو وہ مجھ سے زیادہ قریب ہے۔ابو جہل حضور ﷺ کے بہت قریب تھا ابولہب حقیقی چچا تھا لیکن حضور ﷺ کو اس آنکھ سے نہیں دیکھا جس آنکھ سے نبوت کو پہچانا جاتا ہے۔ بلالؓ حبشہ کے تھے، کالے رنگ کے تھے لیکن ایسے بنے کہ حضور ﷺ کے اخص الخواص ہوئے۔حضور ﷺ کے مہمانوں کی خدمت آپؓ کرتے تھے۔حضور ﷺ کی ہر بات انمول اور قیمتی ہے۔آپ نے ان کو فرمایا تھا

یا بلال انفق و لا تخشی من ذو العرش اقلالا

؎ اے بلالؓ خرچ کرو اور عرش والے سے تنگی کا اندیشہ نہ کرو

حضرت بلالؓ کا مزار دمشق میں ہے اور یہ شعر آپ کی قبر پر کندہ ہے کہ اے بلال خرچ کرتا جا اور عرش کے خزانوں کے مالک سے کسی قسم کی کمی کا خوف نہ کر۔

؎ حیف کہ کھویا گیا تجھ سے فقیری کا راز

ورنہ ہے مال فقیر سلطنت روم و شام

تو جو کچھ خدا کا ہے وہ تمھارا ہے اور در حقیقت ہر چیز کا مالکِ حقیقی تو اللہ ہی ہے اور ہر چیز اسی کے قبضہ قدرت میں ہے۔حضرت ابو بکر، حضرت عثمان، حضرت عمر، حضرت علی اور دوسرے اکابر صحابہ رضی اللہ عنہما موجود ہیں۔ان کی فضلیت سے انکار نہیں لیکن حضرت بلالؓ کی اس جزوی فضلیت کو دیکھو کہ کالا کلوٹا ہے اور کالوں میں بھی نچلے درجہ کا ہے، جس وقت مکہ فتح ہوتا ہے (عظمت کی وجہ سے کعبہ کی چھت پر چڑھنا نہیں چاہیے لیکن) حضور ﷺ حضرت بلالؓ کو ارشاد فرماتے ہیں کہ کعبہ کی چھت پر چڑھ کر اذان دے دے۔اس وقت قریش کے سرداروں میں سے عکرمہؓ اور

صفوانؓ ابھی ایمان نہیں لائے تھے کہنے لگے کہ کاش آج ہم لوگ اس دنیا میں موجود نہ ہوتے کہ اس کالے کوئے کو کعبہ کی چھت کے اوپر دیکھتے۔ حضور ﷺ حضرت بلالؓ کو فرماتے بلال اٹھ اذان دے اور نماز کے ذریعہ سے مجھے فرحت دے۔ حضور ﷺ نے اسلام کی سب سے عظیم الشان عبادت کیلئے اعلان کا کام حضرت بلالؓ کے سپرد کیا، فرمایا کہ ''اے بلال تم میں کونسا کمال ہے کہ میں نے جنت میں تمہارے جوتوں کی آواز اپنے آگے سنی۔'' حضرت بلالؓ نے عرض کیا کہ حضور ﷺ میرا اور تو کوئی خاص عمل نہیں بس تحیۃ الوضو پڑھ لیتا ہوں۔ حضرت صہیبؓ کو دیکھو کہ روم سے آئے تھے اور کیسے بن گئے۔ اویس قرنیؒ کو دیکھو کہ یمن کے تھے، مسلم شریف کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت عمرؓ کو فرمایا تھا کہ اے عمر وہ کیسا وقت ہوگا کہ فلاں قبیلہ کہ لوگ تیرے پاس آئیں گے اس میں فلاں حلیہ کا ایک شخص ہوگا اس کو میرا اسلام کہنا اور اس سے اپنے حق میں دعا کروانا۔ ماں کی خدمت کی وجہ سے حضورؐ کی خدمت میں حاضر نہ ہوسکے

؎ بُعدِ منزل نه بود در سفر روحانی۔
(روحانی سفر میں فاصلوں کی دوری نہیں ہوتی)

حجۃ الوداع میں میرے آقا ﷺ نے صحابہ کو فرمایا تھا کہ تم میں سے جو حاضر ہے وہ غائبین کو میرا پیغام پہنچادے۔ تو صحابہ ایسے نکلے ہیں کہ ۳۰ سال کے عرصہ میں پوری آباد دنیا میں اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا، ایک طرف صحرائے افریقہ کے کناروں تک پہنچے ہیں، حضرت عقبہ بن نافعؓ قیروان (تیونس) کے مقام پر پہنچے جہاں پر ایک

گھنا جنگل تھا جس میں شیر، چیتے، لومڑیاں اور دیگر کئی قسم کے جانور تھے۔ حضرت عقبہ بن نافعؓ نے وہاں نماز پڑھی اور اعلان کیا کہ جنگل کے درندو خزندو! ہم حضور اکرم سیدالانبیاء حبیب خدا حضرت محمد ﷺ کے امتی ہیں اور یہاں پر چھاونی بنانا چاہتے ہیں اس جنگل کو کل تک خالی کردو ورنہ ہم تم کو قتل کرینگے۔ دیکھا گیا کہ شیرنیاں، چیتے اورلومڑیاں اپنے بچوں کو منہ میں لے کر جنگل سے بھاگ رہی ہیں صبح تک جنگل تمام جانوروں سے خالی تھا۔

گفته او گفته الله بود گرچه از حلقوم عبد اللهبود

ترجمہ: اس کی بات اللہ تعالیٰ کی بات ہوتی ہے، اگر چہ بندہ کے منہ (حلق) سے نکلتی ہے۔

آگے بڑھتے ہیں سامنے بحراوقیانوس تھا ۱۲ ہزار میل کا چوڑا سمندر ہے۔ سمندر میں گھوڑا ڈالا اور کہا کہ اے اللہ سمندر کے اس پار بھی تیرا نام بلند کرتا لیکن تیرا سمندر راستہ نہیں دیتا۔ سات مرتبہ سمندروں نے صحابہ کرام کو راستہ دیا ہے۔ طارق بن زیاد اندلس کے ساحل پر پہنچے تو کشتیاں سب جلادیں اور کہا کہ یا تو اب شہادت ہوگی یا فتح ، واپس بھاگنے کا راستہ نہیں کیونکہ پیچھے سمندر ہے اور سامنے دشمن۔ ساتھیوں نے عرض کیا کہ یہ تم نے کیا کیا۔ جس کو اقبال نے اپنے اشعار میں قلم بند کیا ہے۔ ؎

طارق چو بر کنارہ اندلس سفینہ سوخت گفتند کار تو بنگاہ خرد خطا است

دورایم از سواد وطن باز چوں رسیم ترک سبب زروئے شریعت کجا روا است

خندید دست خیش بر شمشیر بردگفت ہر ملک ملک ما است کہ ملک خدائے ما است

ترجمہ: طارقؒ بن زیاد نے جب اندلس کے کنارے پر بیڑا جلا دیا تو اس سے (ساتھیوں نے) کہا کہ تیرا یہ کام عقل کی رو سے غلط ہے۔ اپنے وطن سے ہم دور ہیں، واپس کیسے پہنچیں گے؟ اسباب کو ترک کرنا شریعت کی رو سے کب جائز ہے! (اس پر طارقؒ بن زیاد) ہنسا اور اپنا ہاتھ تلوار پر لے گیا اور کہا ہر ملک ہمارا ملک ہے کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ملک ہمارا ملک ہے۔

صحابہ کرام نے اللہ تعالیٰ کے پیغام کو فقر و فاقہ کی حالت میں پہنچایا حضرت عمرؓ نے حضرت خالدؓ بن ولید کے پاس پیغام بھیجا کہ شام سے یرموک پہنچو ۵۰۰ میل کا راستہ، درمیان میں صحرا راستہ میں پانی ختم ہو گیا اونٹوں کو ذبح کرتے اور ان کے اندر کے اوجھڑی کے پانی میں جو طراوت تھی اس کو اپنے ماتھوں پر لگاتے۔ جسموں پر آرے چلتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ کے پیغام کو پہنچایا لوہے کی دیگوں میں ڈال کر اُبالا جا رہا ہے لیکن حق کو کسی حالت میں نہیں چھوڑا۔ حضرت عبداللہؓ کا واقعہ ہے کہ وہ اور ان کے ۳۰ ساتھیوں کو عیسائیوں نے پکڑ لیا اور عیسائی بادشاہ کے سامنے پیش کیا عیسائی بادشاہ نے کہا کہ میں اپنی آدھی سلطنت دیتا ہوں اور اپنی بیٹی کو نکاح میں دیتا ہوں اس شرط پر کہ تم عیسائی بن جاؤ۔ حضرت عبداللہ نے کہا اگر تو پوری سلطنت بھی دے دے تو میں آنکھ کے جھپکنے کی دیر کیلئے بھی عیسائی بننے کو تیار نہیں ہوں۔ اس نے ایک دیگ منگائی اور اس میں تیل ابالا اور ایک صحابی کو اس میں ڈالا، وہ جل کر کوئلہ ہو گئے۔ حضرت عبداللہ کی آنکھ سے آنسو بہہ گئے، بادشاہ کو اطلاع دی گئی کہ ان کا امیر رو رہا ہے بادشاہ نے بلایا اور کہا کہ میں نے تو پہلے ہی کہا تھا کہ عیسائی بن جاؤ تو تم کو

کچھ بھی نہیں کہا جائے گا۔ حضرت عبداللہ نے کہا میں اس لئے نہیں رویا کہ موت سے ڈر رہا ہوں بلکہ اس لئے رو رہا ہوں کہ آج میرے پاس صرف یہ ایک جان ہے جو اللہ کیلئے قربان ہو جائے گی میں چاہتا ہوں کہ جتنے میرے جسم پر بال ہیں میری اتنی جانیں ہوتیں تو آج ان کو اللہ اور اللہ کے دین پر قربان کر دیتا۔ اس سے بادشاہ کے دل پر اثر ہوا اور کہا کہ اچھا تم کو چھوڑتے ہیں لیکن تم میری پیشانی کو بوسہ دو۔ حضرت عبداللہؓ نے ساتھیوں کی جان بچانے کی خاطر اس کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ جب یہ ساتھی مدینہ منورہ پہنچے، حضرت عمرؓ نے ان کا بہت اکرام کیا اور حضرت عبداللہؓ کے ماتھے کا بوسہ لیا اور سب حاضرین مجلس سے فرمایا کہ ان کی پیشانی کا بوسہ لیں کیونکہ ان کی وجہ سے مسلمانوں کی جانیں بچی ہیں۔ تو حضرات صحابہ کرام نے جل بھن کر دین پھیلایا، اولادوں کو یتیم کیا بیویوں کو بیوہ کیا۔ حضرت عباسؓ حضورﷺ کے چچا ہیں اور بہت ہی پیارے چچا ہیں، جس وقت بدر میں قید ہو کر مدینہ منورہ آئے عدل کا تقاضہ تھا، حضرت عباس بھی اور قیدیوں کی طرح رسیوں میں جکڑے ہوئے تھے۔ اور درد کی وجہ سے کراہ رہے تھے آپ کے کراہنے کی وجہ سے حضورﷺ کو نیند نہیں آ رہی تھی۔ انہی حضرت عباسؓ کے دس بیٹے تھے اور دو بھائیوں کی قبریں بھی ایک ساتھ نہیں بنیں۔ اس وجہ سے نہیں کہ تجارت یا ملازمت کیلئے کوئی دوبئ یا کوئی قطر اور کوئی امریکہ وغیرہ گیا ہوا تھا بلکہ اللہ کے دین کو پھیلانے کیلئے نکلے تھے۔ اور کوئی کہیں گیا اور کوئی کہیں۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو پہنچاؤ اور صحابہ کی طرح اگر وہاں نہیں مرے تو خیر پھر واپس گھر آ جاؤ۔ ہمارے استاد صاحب نے ایک واقعہ سنایا

تھا کہ حضرت اڈہ ملا صاحب (انگریزوں کے خلاف جہاد کرنے والے مشہور مجاہد) کے لوگوں میں سے ایک شخص تھا کہ جس نے اپنے ہونٹوں کو چبایا کرتا تھا جس کا قصہ یوں ہے کہ یہ شخص جہاد میں زخمی ہوا تھا اور ساتھی بھی زخمی تھے کہ اتنے میں ان کے پاس دو شخص سفید کپڑوں میں آئے اور زخمیوں کو شربت کے پیالے پلانے لگے، جو پیتا تھا شہید ہو جاتا تھا۔ ایک شخص نے ان صاحب کے منہ کو پیالہ لگایا تو دوسرے نے روک دیا کہ یہ شہید ہونے والوں میں نہیں ہے۔ وہ کہتا تھا کہ اس پیالہ کے مس ہونے کی اتنی لذت ہے کہ ہونٹوں کو اب تک چبا رہا ہوں۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ میری تمنا ہے کہ میں اللہ کے راستہ میں شہید کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر شہید کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں بعض روایات میں تین اور بعض میں سات مرتبہ حضور ﷺ نے شہادت کی تمنا کی ہے۔ ہماری پوری زندگیاں حضور ﷺ کے ایک لمحہ کے مقابلہ میں کچھ حقیقت نہیں رکھتیں۔ ہم رہبانیت تو نہیں سکھاتے لیکن ہم دنیا میں گھس کر ایسے مشغول ہو گئے ہیں کہ معلوم نہیں موت کے وقت کیا حال ہوگا۔ دل کو دنیا کی غلاظتوں سے پاک کرو، چھوڑو اس دنیا کو پہلے اس کے کہ چھڑوایا جائے۔ نکلو پہلے اس کے کہ نکلوایا جائے۔ حضرت فریدالدینؒ عطاری کا کام کرتے تھے، ایک دن ایک فقیر آیا اور دکان کے ساتھ کھڑا ہو گیا اور حیرت سے دیکھتا رہا۔ اصل میں دکان پر دکان دار کا ایمان ہوتا ہے، چمڑی جائے اور دمڑی نہ جائے والا معاملہ ہوتا ہے۔ جیسے موت کا پتہ نہیں ایسے ہی گاہک کا پتہ نہیں، جس طرح کسی کو اس کے محبوب سے جدا کرنے پر تکلیف ہوتی ہے اسی طرح دکان دار کو دکان سے علیحدہ کرنے سے تکلیف

ہوتی ہے۔ وہ فقیر عطر کے ڈبوں کو دیکھتا رہا، عطارؒ نے پوچھا کہ کیا دیکھتے ہو؟ اس فقیر نے کہا کہ میں یہ دیکھتا ہوں کہ تیری جان اس ڈبہ سے کیسے نکلے گی اور اس ڈبہ سے کیسے نکلے گی۔ عطار نے کہا کہ میری تو جیسے نکلے گی سو نکل جائے گی لیکن تیری جان کیسے نکلے گی۔ وہ فقیر لیٹ گیا چادر کو اوڑھا اور جب دیکھا تو اس دینا سے رخصت ہو چکا تھے۔ لیکن صاحب دل تھا ساتھ ساتھ انتقال نسبت کر گیا۔ حضرت فریدالدین عطارؒ نے دکان کو لٹا دیا فقر اختیار کیا اور فقیر اور اللہ والے ہو گئے، اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسا چمکایا کہ حضرت مولانا رومؒ جیسی جلیل القدر ہستی ان کے بارے میں ارشاد فرماتی ہے،ے

ہفت اقلیم عشق را عطار گشت   ما ہنوز اندر خم یک کوچہ ایم

ترجمہ: عطارؒ عشق کے سات اقلیم (براعظم) سے گزر گیا اور ہم ابھی اس کی ایک گلی کے موڑ میں ہی ہیں۔

آج ہم عطارؒ کا نام بھی نہ سنتے اگر وہ اللہ والے نہ ہوتے، اور نہ ہی وہ رحمتہ اللہ علیہ ہوتے۔ ہر چیز کی عزت محنت اٹھانے کے بعد ہوتی ہے۔ دین صرف کہنے سننے سے وجود میں نہیں آتا یہ عمل کی زندگی ہے اللہ کے بندو! یہ دنیا جانے والی ہے فنا ہونے والی ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص ایسا ہو کہ اس کو اس دنیا سے جانا نہ ہو تو وہ ہمارا مخاطب نہیں، جاؤ گے کب اور کس وقت، اس کا کچھ پتہ نہیں۔ نہ کل کی خبر نہ پل کی خبر۔ ایسا فرشتہ ہے کہ بغیر اجازت کے آتا ہے اور ایک چیز کو لے جاتا ہے پوچھتے ہیں کہ کیا ہو گیا؟ بس دل فیل ہو گیا، دل فیل ہو گیا یا اللہ تعالیٰ کا بلاوا آ گیا۔ حضرت علیؓ کا قول ہے کہ بیشتر اس کے کہ آنے والا آجائے اس جانے والی زندگی میں آنے والی زندگی کی فکر کرو۔ اس فکر و غم کو اپنے سینے میں

پیدا کرو جو کہ انبیاء کرام کے سینوں کا نور ہوتا ہے۔ حضور ﷺ کا پتھر کھانا گالیوں کا سننا اور تمام رات اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہونا کس لیے تھا؟ اس لیے کہ ہم ایمان والے بن جائیں اور ہم مسلمان بن جائیں۔ جب کسی کے دل میں درد ہوتا ہے تو وہ خود فکر مند ہوتا ہے۔ آج ہمارے دلوں سے وہ درد اور احساس ختم ہو گیا ہے ہم ایسی فضاء اور ماحول میں ہیں جس میں فرائض تک پر عمل نہیں ہوتا۔ مسجد کے پیچھے دکان ہے لیکن نماز با جماعت نہیں پڑھ سکتے۔ سنتیں مٹ رہی ہیں واجبات ختم ہو رہے ہیں، دین پر ایسے ماحول میں چلنا کتنا مشکل ہے۔ ایک آدمی ایک درجن گلاس گھر لاتا ہے اور بچہ کے سامنے گیارہ گلاس توڑ دیتا ہے اور بچہ کو کہتا ہے کہ اس بارھویں گلاس کو سنبھال کر حفاظت سے رکھ دو، تو بچہ اس کو خاک سنبھال کر رکھے گا؟ اس لئے ہم کہتے ہیں کہ ایسے ماحول میں چلو جہاں دین کے لئے قربانی دی جاتی ہے، پرائمری میں ہم چار سال لگاتے ہیں اور بی اے کرنے کے لئے ہم چودہ (14) سال لگاتے ہیں جس میں اسی (80) فیصد لڑکے خط نہیں لکھ سکتے۔ ہم تو صرف چار (4) مہینے مانگتے ہیں۔ درد نبوی اور فکر نبوت اپنے اندر پیدا کرو، نبی کا غم اپنا غم بنا لو ہم کو اپنے بیٹے کے مرنے کا اتنا غم نہ ہو جتنا کہ حضور ﷺ کے ایک ایک امتی کی ایک ایک نماز کے چھٹنے کا ہو۔ ہر پیر اور جمعرات کو حضور ﷺ پر ہمارے اعمال پیش ہوتے ہیں۔ کیا حضور ﷺ پر ہمارے جو یہ اعمال پیش ہوتے ہیں ان سے ہم آپ ؐ کی روح پاک کو خوش کرتے ہیں یا تکلیف پہنچاتے ہیں۔ یہ ہر ایک شخص کے اپنے گریبان میں منہ ڈالنے کی بات ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں:۔

من احیاء سنتی فقد احبنی و من احبنی کان معی فی الجنۃ (ترمذی)

کہ جس نے میری سنت کو زندہ کیا اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔

محمد تیمور، طالبعلم
خیبر میڈیکل کالج

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(خلاصہ کتاب اصلاح نفس)

جس طرح ظاہری بیماریوں کے لیے حسب ضرورت علاج کرانا ضروری ہے اسی طرح (بلکہ اس سے زیادہ) روحانی یعنی دل کی بیماریوں کا علاج کرانے کے لیے کسی شیخ کامل کی صحبت اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ طریقہ صحابہ کرام اور سلف صالحین سے جاری ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے آپ کو شیخ کہتا ہو اور ہواؤں میں بھی اڑتا ہو لیکن اگر اس کا ظاہر شریعت و سنت کے مطابق نہیں تو اس کا مرید بننا سودمند نہیں۔ صحیح طریقہ یہ ہے کہ کسی شیخ کامل پابند شریعت کے ہاتھ پر بیعت ہو کر اس کی بتائی ہوئی ترتیب پر چلا جائے۔ اور ساتھ ہی خود سے بننے بگڑنے کا فیصلہ نہیں کرنا چاہئے۔ جب سالک شیخ کی بتائی ہوئی ترتیب پر استقامت سے عمل شروع کر دے تو سلوک کے نظری طریقے کو سمجھ جاتا ہے، اور پھر مجاہدات کر کے منزل پر پہنچنا اس کی اپنی ذمہ داری ہے، شیخ کا کام رہنمائی کرنا ہے مجاہدات خود کرنے ہوں گے۔

جو شخص دل کی اصلاح کے درپے ہو اسے صوفی، طالب و مرید کہتے ہیں۔ انسان کے دل کی اصلاح بغیر ظاہری اتباع کے ممکن نہیں۔ تزکیہ بغیر صاحب تزکیہ کے عادتاً نصیب نہیں ہوتا۔ اس کی بڑی مثال صحابہ کرامؓ کا

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں بیٹھنا اور آپؐ سے فیض حاصل کرنا ہے۔اور یہ سلسلہ انشاءاللہ تعالیٰ قیامت تک چلتا رہے گا۔

اللہ تعالیٰ نے انسان میں محبت کا مادہ رکھا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ازل میں اپنی ربوبیت کی جو تجلی انسان کے دل پر ڈالی اس کا نتیجہ یہ ہے کہ جب انسان کو اللہ تعالیٰ مل جائے تو اس کو سب کچھ مل گیا اور جب اس کی روح کو اللہ تعالیٰ نہ ملا تو کچھ بھی نہیں ملا۔ روح صرف ایک اللہ تعالیٰ کی ذات کو پہچانتی ہے اور اس کے سوا اسے نہ شہوت رانی سے قرار ملتا ہے نہ شراب نوشی سے اور نہ ہی طرح طرح کے حسین مناظر کی سیر کرنے سے۔

نہ دنیا سے نہ دولت سے نہ گھر آباد کرنے سے
تسلی دل کو ملتی ہے خدا کو یاد کرنے سے

اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات بابرکات سے جڑنے کا راستہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار سے ہو کر گزرتا ہے۔اس لیے نفس کے تقاضے کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے حکم کو پورا کرنا مقصود اور مطلوب ہے۔

انسان کا باطن ظاہر سے زیادہ اچھا ہونا چاہیئے۔ انسان زندگی کے کسی بھی شعبے میں ہو اگر اللہ تعالیٰ کے احکامات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں پر چلے گا تو اس کی یہ دنیا ہی دین بن جائے گی۔ ہمارا معاملہ پہلی

امتوں سے مختلف ہے، وہ کسی غار وغیرہ مین چھپ کر عبادت کرتے تھے جبکہ ہمارا کام اعلائے کلمۃ اللہ ہے۔ انسان میں تقویٰ پیدا ہو جائے اس کے لیے اخلاص کی ضرورت ہے۔ اخلاص جان عمل ہے اور احسان رونق عمل ہے۔ احسان یہ ہے کہ کسی عمل کو کرتے ہوئے انسان یہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہے ہیں۔ یہ بات ذکر اللہ سے حاصل ہوتی ہے، ذکر سے انسان کی چوبیس گھنٹے کی زندگی اللہ تبارک وتعالیٰ کے دھیان سے منور ہو جاتی ہے۔ جب اللہ تبارک وتعالیٰ کا تعلق حاصل ہوگا دل اللہ کی محبت سے منور ہو جائے گا۔ یہ بات حاصل کرنے کا طریقہ اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ حاصل یہ کہ اس زمانے میں اگر ہم کسی کامل کی صحبت اختیار کریں اور اس کی انگلی پکڑ لیں اور اس کے سامنے گھٹنے ٹیک دیں، اور اس سے زندگی گزارنے کے شرعی طریقوں میں رہنمائی حاصل کریں تو آخرت کا بیڑا بھی انشاء اللہ تعالیٰ پار ہو جائے گا اور دنیا میں بھی چین سکون اور آرام کی زندگی مل جائے گی۔

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم
تا غلامِ شمس تبریزی نہ شد

ترجمہ: مولانا روم ہرگز مولوی نہ بن سکا جب تک شمس تبریزؒ کا غلام نہ ہوا۔

☆☆☆☆☆

حضرت ڈاکٹر فدا محمد مدظلہ
ضبط کردہ: لیکچرر الطاف الرحمٰن

اصلاحی مجلس

دو واقعات یاد آ گئے، ایک واقعہ اورنگزیب عالمگیرؒ کا ہے کہ آپ کے دربار میں ایک بہروپیا آیا۔ اس نے دربار میں مختلف روپ بدل بدل کر کرتب دکھائے، پھر بادشاہ سے انعام چاہا۔ اورنگزیب عالمگیرؒ نے انکار فرما دیا کہ شریعت میں معاوضہ یا تو کسی ذہنی وجسمانی محنت کا دیا جاتا ہے یا پھر تجارت کے طور پر کسی شے کے بدلے میں دیا جاتا ہے، لہٰذا شرعاً اسلامی خزانہ سے آپ کو کچھ نہیں دیا جا سکتا۔ بہروپیے نے کہا کہ اگر میں نے بھی آپ سے معاوضہ وصول نہ کیا تو میں بہروپیا نہ ہوا، اور چلا گیا۔

حضرت اورنگزیب عالمگیرؒ ایسے متقی اور نیک بادشاہ تھے کہ خزانہ سے اپنے لیے بھی کچھ نہیں لیتے تھے، اور ٹوپیاں سی کر اور قرآن شریف کی کتابت کر کے گزارہ کرتے تھے، اور ان کو بازار کسی ایسے آدمی کے ہاتھ بھیجتے تھے کہ کوئی پہچان نہ سکے کہ بادشاہ کا آدمی ہے۔ عربوں کے ایک بڑے عالم شیخ طنطاویؒ نے اپنی ایک کتاب (**نحن الان فی الھند**) میں لکھا ہے کہ حضرت اونگزیب عالمگیرؒ چھٹے خلیفہ راشد ہیں۔ آپ جس علاقے میں جاتے تو وہاں کے بزرگ اور تعلق مع اللہ والے حضرات کی خدمت میں حاضر ہوتے اور ان کو ہدایا دیتے۔ ایک دفعہ کسی علاقے میں گئے تو معلوم کیا کہ یہاں کوئی اللہ

والے نیک بزرگ رہتے ہوں تو ہم ان کی خدمت میں حاضر ہوں۔کسی نے بتایا کہ وہاں پہاڑ پر ایک بزرگ ہیں جو ہر وقت ذکر وفکر اور عبادت میں مشغول رہتے ہیں۔بادشاہ ان کے پاس گئے اور ہدیہ پیش کیا لیکن انھوں نے لینے سے انکار کردیا۔آپؒ واپس ہوئے تو سامنے سے ایک شخص آیا اور کہا کہ لا میرا ہدیہ! آپؒ نے پوچھا کہ کونسا ہدیہ؟ اس نے کہا کہ وہی جو اوپر لائے تھے۔اورنگزیبؒ نے پوچھا کہ تو وہی بہروپیا تو نہیں؟ اس نے کہا کہ وہی ہوں۔بادشاہ نے کہا کہ وہاں ہدیہ کیوں نہیں لیا، اس نے کہا کہ جس طریقے کا روپ دھارا ہوا تھا اس کی لاج رکھنے کے لیے۔سبحان اللہ کہ بزرگوں کے طریقے کا اتنا خیال رکھا۔

دوسرا واقعہ فرعون کے مسخرے کا ہے، جو فرعون کے دربار میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بہروپ بنالیتا تھا۔چغا پہن لیتا، ہاتھ میں عصا لیتا اور موسیٰ علیہ السلام کی طرح باتیں کرتا اور سارے درباری مذاق اڑاتے۔جب فرعون غرق ہوا تو یہ مسخرہ ڈوبنے سے بچ گیا۔حضرت موسیٰؑ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ سب سے زیادہ یہ مسخرہ میرا مذاق اڑاتا تھا اور وہی عذاب سے بچ گیا۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے وحی کے ذریعے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ اس کو اس وجہ سے بچایا کہ یہ تیرا روپ دھارتا تھا اور

میری رحمت نے یہ گوارا نہیں کیا کہ جس نے تیرا حلیہ اختیار کیا ہو اس کو عذاب دوں۔

زمین پر جو وضع ،شکل ،صورت اور اعمال اختیار کیے جاتے ہیں اس کا اثر ملاء اعلیٰ یعنی فرشتوں کی دنیا میں مرتب ہوتا ہے اور ان کے اثرات کا انعکاس زمین پر مختلف صورتوں میں ہوتا ہے ۔ یہاں تک کہ ناموں کے اثرات بھی شخصیت پر آتے ہیں اور اس کا انعکاس ملاء اعلیٰ سے ہوتا ہے ۔ جو نام انبیاء علیھم السلام یا نیک علماء و اولیاء کے ناموں پر ہوتے ہیں ان کے باقاعدہ اثرات مرتب ہوتے ہیں ۔ میں تو نام سے معلوم کر لیتا ہوں کہ انکا خاندان متقی ہے یا دنیا دار ۔ میں کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج میں تھا کہ شمالی علاقہ جات کا ایک لڑکا آیا ، میں نے نام پوچھا تو اس نے بتایا کہ زرمست خان ، یعنی کہ اس کے والدین یہی چاہتے تھے کہ ان کا بیٹا ہر وقت زر میں مست ہو۔ جن دنوں سیمنٹ کی قلت تھی تو میں سیمنٹ لینے ایک سٹور پر گیا تو وہ شخص ایسا تھا جیسے گرم پانی ابل رہا ہو، کسی سے بات کرے تو ایسے سخت انداز میں جیسے گرم پانی ابل رہا ہو۔ اس کا نام معلوم کیا تو حمیم تھا۔ سبحان اللہ کہ نام کا اثر پوری شخصیت پر آ رہا تھا۔ حمیم کا معنی ہے گرم ابلتا ہوا پانی اور قرآن میں ہے کہ جہنمیوں کو پیپ اور حمیم پینے کے لیے دیا جائے گا۔

تو جس طرح کے حالات و اعمال ہوتے ہیں ویسے ہی اثرات مرتب ہوتے ہیں ۔ جیسا کہ شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ نے فضائل قرآن میں لکھا ہے کہ بعض تلاوت کرنے والا جب ایسی آیت کی تلاوت کرتا ہے جس میں جھوٹوں پر لعنت ہوتی ہے تو خود جھوٹا ہونے کی وجہ سے اس پر بھی لعنت آ جاتی ہے، یا جہاں ظلم کرنے والوں پر لعنت کا تذکرہ ہوتا ہے تو بقدر اپنے ظلم کے وہ خود بھی اس میں آ جاتا ہے اور پوری دنیا میں جو ظالم ہیں ان کے ظلم کے بقدر ان کو بھی حصہ ملتا ہے ۔ جن دنوں ہمارے حضرت مولانا اشرفؒ صاحب رجم کیس میں کورٹ جاتے تھے تو میرا ذہن بھی اس سلسلے میں غور و فکر میں مصروف رہنے لگا ۔ رجم شریعت کے اس حکم کو کہتے ہیں کہ شادی شدہ آدمی اگر زنا کرے تو اسے سنگسار کیا جائے ۔ ان دنوں ملحدین بہت زور لگا رہے تھے کہ رجم کی سزا ختم کر دی جائے ، یہ ضیاء الحق کا دور تھا ۔ ملحدین کہتے تھے کہ قرآن میں کہاں رجم کا حکم آیا ہے ؟ قرآن میں تو زانی کے لیے سو کوڑے مارنے کا حکم ہے ۔ یہ یورپ والے بھی بہت زور لگاتے رہتے ہیں کہ رجم کا قانون ختم ہو جائے ۔ تو واقعی قرآن میں سنگسار کرنے کا حکم نہیں آیا لیکن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں اس پر عمل ہوا ہے اور یہ بات حدیث میں تواتر کے ساتھ ثابت ہے، اور یہی رجم کے نفاذ کی قطعی دلیل ہے ۔ یہاں ایک عجیب علمی

نکتہ ہے کہ قرآن میں سنگساری کا حکم اگرچہ نہیں ہے لیکن احادیث میں تواتر کے ساتھ ثابت ہے۔تو جو حکم حدیث مبارکہ سے تواتر کے ساتھ ثابت ہو لیکن آیت میں دوسری طرح ہو تو احادیث متواترہ کی وجہ سے وہ حکم منسوخ سمجھا جائے گا۔ چونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ شریعت کا نفاذ اور تکمیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں کرنا چاہتا تھا اس لیے تکوینی طور پر دو صحابہ ایک مرد (حضرت ماعزؓ) اور ایک عورت صحابیہ (حضرت غامدیہؓ) کا انتخاب ہوا اور ان سے تکوینی طور پر خطا کروائی گئی۔ چونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے ایمان کی سطح انتہائی بلند تھی اس لیے انھوں نے خود اپنے آپ کو سزا کے لیے پیش کیا۔اور اس طرح تکوینی امر سے شریعت کی پاسداری کی گئی۔

رجم کا حکم تورات میں بھی موجود ہے، شریعت اسلامی میں بعض احکام پچھلی شریعتوں کے باقی رکھے گئے ہیں ایک ان میں سے یہی رجم کا حکم ہے۔ایک دفعہ یہودیوں میں زنا کا واقعہ ہوا تو انھوں نے کہا کہ چلو محمد ﷺ سے فیصلہ کراتے ہیں، (کہ اسلام میں کچھ آسانی ہوگی اور ان کی جان چھوٹ جائے گی)۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا فیصلہ ان کی شریعت کے مطابق کرنا چاہا، تو یہودیوں کا جو عالم تھا وہ تورات لایا اور جہاں پر سنگساری کا حکم تھا وہاں دونوں انگوٹھے رکھ دیے اور کہا کہ یہاں سنگساری کا حکم کہاں ہے؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے دونوں انگوٹھے ہٹوائے اور ایک شخص سے اس جگہ کو پڑھوایا تو وہاں سنگساری کا حکم تھا۔

اسلام کی چودہ سوسالہ تاریخ میں سنگساری کے بہت کم واقعات ہیں شاید دس بارہ ہوں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب تک شرعی قاضی کی عدالت میں باقاعدہ قواعد شرعیہ کے مطابق مقدمہ درج نہ کیا جائے سزا نہیں دی جاسکتی، بلکہ طریقہ یہ ہے کہ عاصی اور گنہگار پر پردہ ڈالا جائے اور اس سے توبہ کرائی جائے اور مقدمہ درج نہ کرایا جائے۔ فرض کریں کہ کسی علاقے کا کوئی قاضی ہے اور اس نے کسی شادی شدہ شخص کو زنا کرتے دیکھا تو بھی شرعاً اس کے ذمے یہ نہیں ہے کہ مقدمہ درج کرے اور سنگسار کرانے کی کوشش کرے چاہئے کہ نصیحت وغیرہ کر کے اور سمجھا بجھا کر پردہ پوشی کرے۔ ہاں اگر مقدمہ درج ہو گیا اور تمام قانونی تقاضے پورے ہو گئے (چار چشم دید گواہ گزر گئے) تو حکم نافذ کرنا ہوگا تاکہ فتنہ فساد نہ پھیلے، گناہوں کی جرأت نہ ہو اور شریعت کی بالادستی قائم رہے۔

تو حدیث سے متواتر طور پر رجم ثابت ہے، حضرت مولانا صاحب مسلسل مطالعہ میں رہتے تھے اور دلائل ڈھونڈ رہے تھے اور عدالت میں کیس بھی سنگین صورت اختیار کر چکا تھا، ملحدین مسلسل دلائل مانگ رہے تھے۔

دوسرے علماء نے بھی دلائل دیے، حضرت مولانا صاحب نے بھی کافی کوشش کی۔ خاص طور سے رجم کی سن اور تاریخ کا حوالہ ضروری تھا۔ کہ کہیں سے کوئی تاریخی حوالہ نکل آئے لیکن کہیں سے بھی کچھ نہیں ملا، سن ہجری کا حوالہ نہ ملنے سے کیس کے مشکل ہو جانے کا خدشہ تھا۔ حضرت مولانا صاحب کو شبہ تھا کہ آخر میں ملحدین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے رجم کا حکم جاری فرمانے کی سن ہجری کا حوالہ مانگیں گے کہ کس سن میں یہ واقعہ ہوا۔ بہت مشکل کام تھا مولانا صاحب کو اندازہ تھا کہ تاریخی حوالہ نہ ملنے سے کیس مشکل میں پڑ جائے گا۔ اسی دوران ایک رات خواب میں مولانا صاحب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور ساتھ میں حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ بھی تشریف فرما تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف اشارہ فرمایا اور پھر حضرت مولانا زکریاؒ اٹھ کر جانے لگے تو ان کا دامن مولانا اشرف صاحبؒ کے سر پر آیا۔ آنکھ کھلی تو حضرت مولانا صاحب نے اس خواب کی تعبیر یہ لی کہ تاریخی حوالہ کی رہنمائی حضرت مولانا زکریاؒ صاحب کی کتابوں سے ملے گی۔ حضرت مولانا زکریاؒ کی اوجز المسالک اور لامع الدّراری دنیائے اسلام کی معرکۃ الاراء تصنیفات ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تاریخی حوالہ یہاں سے فراہم فرما دیا۔ جب کیس عدالت میں سماعت کے لیے آیا تو آخر میں ملحدین

نے تاریخی حوالہ مانگا جو حضرت مولانا صاحب نے فراہم کر دیا اور یوں رجم کی سزا بحال رہی۔ ورنہ بات بہت خطرناک ہوگئی تھی اور ڈر تھا کہ کہیں یہ لوگ رجم (سنگساری کا حکم) ختم نہ کروادیں۔ ان دنوں بندہ بھی سوچتا رہتا تھا اور زیادہ تر اس آیت میں غور کرتا تھا جس میں سو دُرّوں کا حکم ہے وہاں رجم کا حکم کیوں نہیں ہے۔ تو ایک رات بندہ نے خواب دیکھا جس میں اس بات کا اشارہ ہوا کہ یہ ایسا عمل ہے جس میں خیال بدنگاہی عملی کوتاہی کی صورت میں انسان مبتلا ہوتے ہیں اور آیات قرآنیہ کی جب تلاوت کی جاتی ہے تو ان کی وجہ سے ملاء اعلیٰ سے ان کے اثرات میں رحمت یا زحمت کا انعکاس ہوتا ہے۔ لہذا ان کی تلاوت سے کئی لوگوں کو جن کی زندگیوں میں کسی درجے میں یہ عمل پایا جاتا ہے زحمت سے متاثر ہونا پڑتا۔

تو اس طرح ملاء اعلیٰ سے انعکاس ہوتا ہے جس کے اثرات دنیا پر مرتب ہوتے ہیں۔ ہر بات اور ہر عمل کے اثرات باقاعدہ ظاہر ہوتے ہیں۔ ہمارے گاؤں میں ایک عورت تھی جو سارا سال روزے رکھتی تھی سوائے عیدیں اور ایام تشریق کے، بیوہ بھی تھی ایک دن وہ اپنے بیٹے سے کسی بات پر ناراض ہوئی تو اس کو بددعا دے دی کہ تو انگریز کے ٹینک تلے کچلا جائے۔ اب لڑکا ایک دن علاقے کی سڑک پر مویشیوں کو لا رہا تھا کہ انگریزوں کے

ٹینک گزرنے لگے (واقعہ پاکستان بننے سے پہلے کا ہے) کہ ایک ٹینک نے اس کے ایک جانور کو ٹکر مار کر پھینک دیا۔نوجوان کو غصہ آیا اور اس نے ٹینک کو ایک دو ڈنڈے مار دیے۔انگریز کی حکومت تھی اور وہ بڑے ظالم تھے، انسان تو ان کو مکھی مچھر کے برابر بھی نظر نہ آتا تھا ٹینک سے لڑکے کو ٹکر ماری اور شہید کر دیا۔تو عورت نے روزوں کی کثرت سے جو دعا کی قبولیت کا مقام حاصل کیا تھا اس کا یہ استعمال کیا، عورتیں اکثر اپنی اولاد کو بددعائیں دیتی ہیں اور ان کے اثرات بھی مرتب ہو جاتے ہیں۔اس لیے ہمارے ساتھی جو ذکر اذکار والے ہیں وہ یوں بھی نہیں کہتے کہ تیرا بیٹا بیمار ہے کہ اس سے بھی باطن میں اثر آجاتا ہے بلکہ محتاط طریقہ یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ خدانخواستہ تجھے کوئی بیماری تو نہیں ہے، تاکہ بیماری کے اثرات قوی نہ ہو جائیں۔

☆☆☆☆☆

حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانیؒ کی حیات، خدمات وافکار (قسط۔۲)

(ڈاکٹر محمد نعمان خادم وخلیفہ مجاز حضرت مولانا صاحب)

مسلم لیگ میں مختلف عہدے: آپ کے والد بزرگوار چونکہ مسلم لیگی تھے۔اس لئے آپ طالب علمی کے زمانے سے مسلم لیگ اور تحریکِ پاکستان سے منسلک ہوئے۔ 1945ء کی شملہ کانفرنس میں قائداعظم کے باڈی گارڈ کے ایک رُکن کی حیثیت سے فرائض سرانجام دیئے اور 1945ء کے آخر میں پشاور میں جب قائد اعظم مسلم لیگ نیشنل گارڈ کا قیام عمل میں آیا تو آپ نے اس میں بطور رضا کار نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔ 22 فروری 1947ء کو پشاور میں مسلم لیگ کی تحریک سول نافرمانی کی سلسلے میں جب مسلم لیگ کے عہدیداروں کو گرفتار کر لیا گیا تو آپ کو پشاور مسلم لیگ کا جنرل سیکرٹری منتخب کیا گیا۔ 1954ء تک اسی عہدے پر فائز رہے۔اس کے ساتھ ہی آپ آل پاکستان مسلم لیگ کونسل کے ممبر بھی رہے۔

تحریک پاکستان کے سلسلے میں آپ نے نہایت اہم کارنامے سرانجام دیئے۔ پشاور میں مسلم لیگ کی تحریک سول نافرمانی کے دوران جب مسلم لیگ کے لیڈر گرفتار ہو گئے تو آپ نے تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے ہر ممکن طریقہ اختیار کیا۔ایک دن فرمایا کہ ’’مین بازار میں میں نے تقریر شروع کی کہ پولیس کے

ڈی۔ ایس۔ پی نے آ کر ہاتھ سے پکڑ لیا۔ میں ہاتھ چھڑا کر بھاگ کر مسجد کے اندر چلا گیا۔ چونکہ ہائی کمان کی ہدایت تھی کہ گرفتاری سے بچتے ہوئے تحریک چلائی جائے اس لئے گرفتاری سے بچنے کے لئے بھیس بدلا اور بڑی کامیابی کے ساتھ تحریک چلاتا رہا''۔ پولیس نے کئی مرتبہ زدوکوب کیا مگر آپ نے ہمت نہ ہاری۔ ریفرنڈم کے دنوں میں آپ نے تمام صوبے میں پھر کر تقریروں کے ذریعے عوام کو بیدار کیا کہ وہ ہندوؤں کی خطرناک سازش سے بچنے کے لئے پاکستان کے حق میں ووٹ دیں۔

حضرت مولانا صاحبؒ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ'' جب بانی پاکستان جناب محمد علی جناح پشاور تشریف لائے تو ان کو ہار میں نے پہنائے اور جناب لیاقت علیخان مرحوم کو صوبہ سرحد کی طرف سے سپاسنامہ میں نے پیش کیا تھا۔''

1952ء میں جب خواجہ نظام الدّین مرحوم نے پی۔ پی۔ سی رپورٹ پیش کی۔ ان میں آئین ساز ممبروں کے علاوہ مختلف ضلعوں کے صدر اور سیکریٹری بھی بلائے گئے تھے۔ ان جلسوں میں آپ نے شرکت فرمائی اور اس آئین میں دینی دفعات میں جو کمی دکھائی دیتی تھی اس کے بارے میں آپ نے سوالات کئے اور خواجہ صاحب کی طرف سے جناب عبدالرّب نشتر مرحوم نے جوابات دیئے۔ یہ وہی رپورٹ ہے جس پر پاکستان کے ممتاز ۳۲ علماء کرام نے مُشترکہ طور پر اپنی کچھ

سفارشات پیش کی تھیں۔

دینی خدمات: حضرت مولانا صاحب مرحوم کی دینی خدمات کی فہرست خاصی طویل ہے۔ حدیث ناگفتنی میں خود رقمطراز ہیں کہ ان کی علمی زندگی میں 1940ء اور 1941ء خاص اہمیت کے سال ہیں۔ 1940ء میں اُنہوں نے اپنی عمر کے پندرھویں سال میں میٹرک پاس کیا۔ امتحان کے بعد ان کے حضرت الاستاذ مولانا قاضی نورالاعظم بن منصور علی صدیقی باجوڑیؒ کی عنایت وتوجہ سے عربی میں حدیث شریف کے باقاعدہ مطالعہ کی ابتداء ہوئی اور عربی ابجد خوانی کی داغ بیل پڑگئی۔ حضرت الاستاذؒ سے حرفاً حرفاً مشکوٰۃ شریف صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داوٗد، جامع ترمذی ونسائی پڑھی اور ابن ماجہ اور دیگر کتب (احادیث) کا ان کی نگرانی میں خود مطالعہ کیا۔ صحیح بخاری کا حاشیہ سہارنپوری (حضرت مولانا احمد علی سہارنپوری) بھی استاد مرحوم نے سبقاً پڑھایا۔ اس کا فائدہ یہ ہوا کہ شروح حدیث سے ایک گونہ مناسبت ہوگئی۔ حضرت مولانا صاحب پر صحیح بخاری شریف کا بہت اثر تھا۔ آپ خود فرماتے ہیں (حضرت الاستاد کا فیض وبرکت) امام بخاریؒ کا اخلاص، الجامع الصحیح کی نورانیت، ندرت اور البیلا پن تھا کہ بحمد اللہ اصح الکتاب بعد کتاب اللہ دل ودماغ پر چھا گئی اور ایک عرصہ تک قرآن کریم کی طرح اس کی تلاوت روزانہ کرتا رہا۔ کتب حدیث میں

سب سے زیادہ تاثیر اس عظیم کتاب کی رہی۔ بخاری شریف صرف صحیح روایات حدیث کا ہی گنجینہ نہیں بلکہ بخاری کے وفور علمی ذہانت وفقاہت نے اسے خزینہ علوم بنا دیا ہے۔حضرت استاذ فرماتے تھے کہ اس کتاب (بخاری) کی ایسی برکت ہے کہ اگر اچھی طرح سمجھ کر پڑھ لیا تو ان شاء اللہ کہیں رکاوٹ نہیں ہوگی۔

حضرت مولانا صاحب مرحوم ہمیں (راقم الحروف اور ڈاکٹر میاں بشیر احمد صاحب سابق ڈائریکٹر آئی۔ای۔آر پشاور یونیورسٹی) کو بخاری شریف پڑھاتے تھے۔تو کبھی کبھی حضرت الاستاذ کے قول کو پشتو میں نقل فرماتے تھے۔ کہ (بچیہ بخاری د ولوستہ دا داسی د برکت کتاب دے چہ بند یگے بہ کلہ نہ) اور تحدیث نعمت کے طور پر فرماتے تھے۔کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اس برکت سے نوازا کبھی کسی تقریر یا تحریر کے لئے مطالعہ نہیں کیا اور کبھی رکاوٹ نہیں آئی۔ یہ استاد کی دعاء تھی اور بخاری شریف کی برکت۔اگر کسی طالبعلم پر بخاری شریف مالہ وعلیہ کے ساتھ کھل جائے تو یقیناً علوم حدیث کا دروازہ اس پر وا ہو جاتا ہے۔

صحیح مسلم کی شروح میں امام نووی کی شرح عام ومتداول ہے۔اور سہولت واختصار کے لحاظ سے طلبہ کے لئے بہت مفید ہے۔فتح الملھم گو مکمل نہ ہو سکی تاہم شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی کا قابل فخر کارنامہ ہے۔ابوداؤد شریف کے قاری کے لئے بزل المجھود سے مفر نہیں۔جامع ترمذی کی شروح میں مخدومی الاستاذ علامہ سید

محمد یوسف بنوری صاحب کی مبسوط شرح معارف السنن اسم با مسمی مصنف کے وفور علمی وسعت و دقت نظر حذاقت و مہارت فن پر شاہد اور عمق و تحقیق کا نمونہ ہے۔ مباحث فاضلہ، دقائق فائقہ، حقائق رائقہ معلومات واسعہ معارف عالیہ ورموز عجیبہ پر مشتمل ہے۔ علامہ موصوف نے اس کتاب میں نہ صرف اپنے یگانہ روزگار استاد سید محمد انور شاہ کشمیری کے علوم و تحقیقات کو یکجا کر دیا ہے بلکہ محدثین اور ائمہ اعلام کے نوادرات علمی کا مفید و جامع ملخص پیش کر دیا ہے۔ مسلک حنفیہ کو احادیث مبارکہ کی روشنی میں جس عدل و فراخدلی اور وضاحت و خوبی سے منقح و مبرھن فرمایا قابل داداور حیرت انگیز ہے۔ (از حدیث ناگفتنی)

حضرت مولانا صاحب مرحوم نے پاکستان کے مشہور عالم دین و محدث حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ سے حدیث شریف کی سند واجازت حاصل کی تھی۔

حضرت مولانا صاحب مرحوم کو حدیث میں ید طولی حاصل تھا۔ کتب احادیث سے والہانہ محبت تھی۔ کتب احادیث کا متداول کثیر ذخیرہ جمع کیا۔ اور میرے علم کے مطابق جتنی بھی کتب احادیث دنیا کے کونے کونے میں چھپ گئی ہیں حضرت مولانا صاحب نے منگوا کر مطالعہ فرمائیں اور اپنے ہاں ذخیرہ کیں۔ آپ عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔

اہمیت حدیث کے بارے میں حدیث ناگفتی میں رقمطراز ہیں۔ کتب

حدیث کے بحر ذخار کی شناوری مجھ جیسے بے مایہ کی بساط نہیں۔علوم وملفوظات نبویہ کا یہ خزینہ سید الانبیاء حبیب خدا حضرت محمد ﷺ کے انوارات کا حامل ہدایت ربانی کا سرچشمہ ﴿وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی﴾ کا کرشمہ ﴿انی اوتیت بجوامع الکلم﴾ کی تفسیر منشاء رسالت کا محافظ اور قرآن کا علمی وحقیقی بیان وترجمان ہے۔کتب احادیث کا دائمی مطالعہ وممارست صحبت نبوت کے انوارات وفیوض وبرکات سے ایک گونہ بہرمند کردیتا ہے۔کسی نے سچ کہا ہے ۔﴿اھل الحدیث ھموھم اھل النبی وان لم یصحبوا نفسہ انفاسہ صحبوا﴾۔

اثر پذیری کے لئے حدیث کے مختلف مجموعے مطالعہ میں رکھے جاسکتے ہیں ۔یہی حضرت مولانا صاحب کا حال تھا کہ حدیث کی کتاب ایک دفعہ ہاتھ میں لیتے تو ختم کئے بغیر نہ رکھتے۔

☆☆☆☆☆
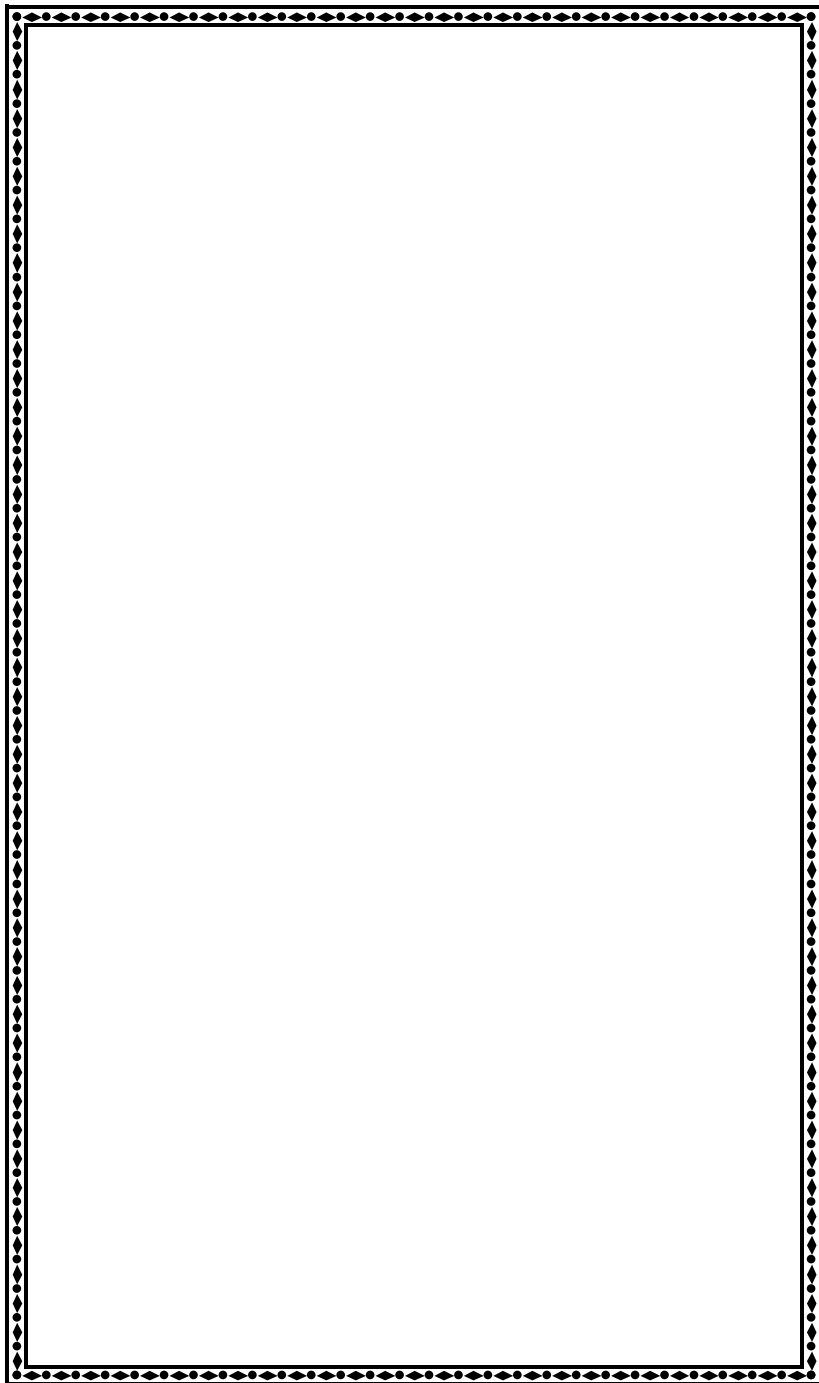
احادیث مبارکہ میں مزید معلومات ومہارت حاصل کرنے کے لئے حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ کے درس میں شرکت کیلئے کراچی تشریف لے جایا کرتے تھے اور کئی کئی مہینے وہاں درس حدیث سے فیض یاب ہوتے۔ حضرت علامہ محمد یوسف بنوریؒ ان کے ساتھ بے حد محبت فرماتے تھے اور اسی محبت کی بناء پر حضرت مولانا صاحب کو حدیث مسلسل بالمحبة کی اجازت وسند مرحمت فرمائی اور پھر اس حدیث مسلسل بالمحبة کی حضرت مولانا صاحب نے مولانا قاضی عبدالکریم (کلاچی) اور جناب حسن خان صاحب اور راقم الحروف (محمد نعمان) کو مرحمت فرمائی۔ حضور ﷺ نے حضرت معاذؓ کو فرمایا۔

﴿یا معاذ انی احبك فقل دبر کل صلوة اللهم اعنی علی ذکرك و شکرك و حسن عبادتك﴾۔

یہ حدیث حضرت علامہ محمد یوسف بنوریؒ کو سلسلہ وار پہنچتی تھی اور حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ نے حضرت مولانا صاحب کو سند اجازت عطاء فرماتے ہوئے فرمایا۔

﴿یا محمد اشرف انی احبك فقل دبر کل صلوة اللهم اعنی علی ذکرك و شکرك و حسن عبادتك﴾ ۔

اس حدیث کو حدیث مسلسل بالمحبۃ کہتے ہیں۔

بیعت وارادت: حضرت مولانا صاحب کو اپنی اور امت کی اصلاح کی بہت زیادہ فکر تھی۔ اصلاح کی غرض سے حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ کی خدمت میں بمورخہ 29/10/43 کو پہلا عریضہ ارسال فرمایا۔ اس کو فائدہ عام کے لئے من وعن نقل کیا جاتا ہے۔

شہر پشاور محلّہ مقرب خان

مورخہ: 29/10/43

بخدمت گرامی جناب علامہ صاحب دام ظلکم العالی۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

تکلیف دہی کی معافی چاہتا ہوں۔ برائے مہربانی بندہ کی دو گزارشیں سن کر جواب دیجئے ممنون ہونگا۔

(۱) آپ احقر سے بہتر جانتے ہیں کہ اس وقت برطانوی ہند کی مروجہ تعلیم کے حاصل کرنے سے ہم جاہل ہی ہو جاتے تو بہتر تھا۔ مذہب سے تو اتنے دور نہ جاتے۔ میں سمجھتا ہوں کہ دینی تعلیم کا نہ ہونا مذہب سے بے گانگی کا سب سے بڑا سبب ہے۔ میں خود اس مذہب شکن تعلیم میں پرورش پا رہا ہوں۔ اور اب بھی بی۔اے فائنل کا متعلم ہوں۔ کئی روز سے طبیعت بہت پریشان تھی۔ آخر ہماری اگلی نسل کا کیا

حال ہوگا۔ جبکہ موجودہ نسل ہی بالکل مذہب سے کوری ہے۔ اس پریشانی میں تھا کہ جی میں آیا کہ آپ جناب کی خدمت میں ایک عریضہ پیش گزاروں اور ایک ترتیب میرے دماغ میں آئی ہے۔ وہ پیش کروں۔ اگر ممکن العمل ہوئی فبھا ورنہ میں کیا اور میری ذہنی اختراع کیا۔ خیر وہ سکیم یہ ہے کہ ہندوستان کے جن جن شہروں میں اسلامیہ سکول یا کالج ہیں انہیں ندوۃ لعلماء لکھنو یا مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے ملحق کر دیا جائے اور وہ اس طور پر کہ ان کے لئے ایک خاص مذہبی نصاب مقرر کیا جائے اور مقررہ نصاب کے سالانہ امتحانات مندرجہ بالا یونیورسٹیاں لیا کریں اور ملحقہ کالجوں اور سکولوں کو اس بات پر مجبور کیا جائے کہ جب تک مذہبی امتحان میں کامیاب نہ ہوں انہیں ترقی نہ دی جائے۔ میرا خیال ہے اس طرح کچھ نہ کچھ مذہبی تعلیم عام ہو جائے گی کہ عموماً ہر بڑے شہر میں اسلامی سکول وغیرہ موجود ہیں۔ اگر یہ سکیم ممکن العمل ہو تو میں عرض کرونگا کہ آپ اپنے اثر ورسوخ سے کام لے کر اس کی کوشش کریں اور اگر یہ مقصد حاصل ہوگیا تو آپ کو اللہ تعالیٰ اس کا بڑا اجر دے گا اور اگر یہ سکیم ایک بے ہودہ اور لایعنی خیال ہے تو مجھے اطلاع دیجئے تاکہ میں اس خیال سے باز آجاؤں۔

(۲) دوسری گزارش یہ ہے کہ جن دنوں حکیم الامت امام تھانویؒ کا انتقال ہوا ان دنوں روزنامہ ڈان (Dawn) دہلی میں بندہ نے یہ پڑھا تھا کہ آنجناب بھی حکیم الامت کے روحانی خلیفہ ہیں۔ اگر یہ سچ ہے تو کیا آپ پیری کی بیعت لیتے

ہیں؟ اگر لیتے ہیں تو برائے مہربانی تحریر کریں۔ اگر بندہ کرنا چاہے تو بیعت کے لیے کیا کیا پابندیاں ضروری ہیں اور آپ کی خدمت میں حاضر ہونا پڑے گا یا غائبانہ بیعت بھی ہوسکتی ہے برائے مہربانی ان دونوں استفسارات کا جوب دیں ممنون ہونگا۔

امید واثق ہے کہ جواب سے محروم نہ کریں گے اور اگر کوئی غلطی ہوگئی ہو تو درگزر فرمادیں۔ جواب کے ٹکٹ والا لفافہ ارسال خدمت ہے۔

فقط والسلام

محمد اشرف خان۔

اس مکتوب کو اگر غور سے پڑھا جائے تو معلوم ہو گا۔ حضرت مولانا صاحب مرحوم پر عالم شباب میں بھی اپنی اصلاح اور امت کی اصلاح کی فکر کتنی غالب تھی کہ جوان العمری سے امت کی اصلاح کے لئے پریشان رہا کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے ساری زندگی اُمت کی اصلاح وفلاح ونجاح کی فکر میں گزاری۔

اس مکتوب کے جواب میں حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ نے تسلی دی اور بیعت کی شرائط بتائیں۔ پھر 9/11/43 کو حضرت مولانا صاحب نے حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ کی خدمت میں دوسرا عریضہ لکھا۔ جس میں حضرت الشیخ نے جو

شرائط فرمائیں انکے پورا کرنے کی تفصیل تھی اور بیعت کی درخواست کی اور حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ نے بذریعہ خطوط آپ کی اصلاح کا کام شروع کیا اور آخر ۲۱/۱۲/۵۰ کو خط کے ذریعے بیعت سے سرفراز فرمایا۔

حضرت مولانا صاحب نے اپنی ساری زندگی اپنے شیخ کے عشق و محبت میں گزاری۔ حضرت مولانا صاحب نے لکھا ہے۔ کہ حضرت سید سلمان ندویؒ میرے صرف دینی اور روحانی پیشوا ہی نہ تھے بلکہ 1943ء سے 1953ء تک کا دس سال کا زمانہ ایسا گزرا کہ جہاں بھی رہا دل ان کے پاس تھا اور ان کی ہر تحریر و ہر سطر فقیر کے لئے سرمہ بینش مایۂ تسکین، مہمیز عمل اور روشنی کا مینار تھی۔ سیرۃ النبی کے بعد (سلیمانیات) کا جو حرف وشوشہ ملا، حرز جان تھا۔ میرے لئے علم وعمل کی بلندیوں کا دائرہ حضرتؒ کی ذات بن گئی تھی۔ گو ان کی نگاہ پاک اور پرواز کا جو تقاضا تھا اس کے پر کاہ کو بھی نہ پا سکا کہ

فیض ساقی ہے باندازہ ظرف میخور
دلِ حریفِ بسیار کہاں سے لاؤں

تاہم اپنی کوتاہیوں کے باوجود فکر ونظر کی رہنمائی ہمیشہ حضرت والا کی تحریروں اور ارشادات سے پائی۔ اور بحمداللہ یہی فقیر کا سرمایہ زندگی ہے۔

یہی کچھ ہے ساقی متاع فقیر

اسی سے فقیری میں ہوں میں امیر

حضرت مولانا صاحب کا اپنے شیخ کے ساتھ عشق و محبت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ آپ نے حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ کی تعلیمات کی تلخیص کرکے تین جلدوں میں شائع فرمائی۔ جس کا نام سلوک سلیمانی یا شاہراہ معرفت رکھا۔ تیسری جلد جب وصال سے ایک ہفتہ پہلے یعنی 11 ستمبر 1995ء کو میں نے (رقم الحروف نے) پیش کی تو بہت خوش ہوئے۔ اور فرمانے لگے۔ ''الحمداللہ میری عمر کے پچاس سال کا ریزلٹ آج نکل آیا''۔ اور بہت خوشی سے رات دیر تک مطالعہ فرماتے رہے۔

جب حضرت مولانا صاحب پر اصلاح امت کی یہ ذمہ داری عائد ہوئی تو آپ نے اپنی زندگی اصلاح امت کے خاطر وقف فرمائی۔ اور دن رات تبلیغ دین اور بیعت، تلقین وارشاد میں گزارتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کے کونے کونے میں آپ کے مریدین و مسترشدین ہزاروں کی تعداد میں ہیں۔ آپ تشنگاں سلوک و معرفت کو سیراب و فیضیاب فرماتے رہے۔